OPEN ACCESS
AL-EHSAN
ISSN(E) 2788-4058
ISSN(P) 2410-1834
www.alehsan.gcuf.edu.pk
PP: 57-74

تصوف کی اسلامی روایت پر نقد: تجزیاتی مطالعہ

Criticism on Islamic Tradition of Mystic: An Analytical Study

Dr. Muhammad Zafar Iqbal Jalali

Chairman Department of Islamic Studies, ICG College, G-6, Islamabad

Majid Nawaz Malik

PhD Research Scholar, University of Karachi, Karachi

Abstract

The source of all the teachings of Islam is the Qur'an and Sunnah. The outward appearance of Shariah is called jurisprudence and the inner reality is called Sufism. From law, he borrowed Islamic philosophy from Greek philosophy and Islamic mysticism from Christian mysticism. He gave Muslims the impression that the whole edifice of Islam was based on the ideas of non-Muslims. Sufism was created. Sometimes Sufism was associated with Christianity and sometimes with Hinduism. The Orientalists succeeded to some extent in their nefarious aims and unfortunately, some of the Muslim leaders were also influenced by this propaganda. Islamic mysticism is derived from the Qur'an and Sunnah and the way of life of the Companions (God be pleased with them). However, the terms Sufism and Sufi did not exist in the Prophet's (Peace be upon him) time; they were coined later. However, it is inappropriate to call Sufism an innovation. Islamic Sufism is the soul of religion and its purpose is self-purification and inner purification. Sufism has a key place in Islamic society. The existence and survival of a society without self-purification, pure thinking and virtuous people is doubtful. It is not correct to call Sufism derived from Persian, Hindi and Christian customs and traditions. Most of the critics erroneously object to Islamic mysticism on the basis of non-Islamic mysticism.

Keywords: Christianity, Orientalists, Mysticism, Inappropriate, Innovation, Soul of Religion, Purification, Traditions.

۱۔ موضوع تحقیق کا تعارف

اسلام کی تمام تعلیمات کا سرچشمہ قرآن وسنت ہے۔ شریعت کے ظاہر کو فقہ اور باطن کو تصوف کہتے ہیں۔ تصوف اسلام کا متضاد نہیں بلکہ دین کی روح ہے۔ تصوف شریعت کا جز ہے۔ شریعت اور طریقت لازم وملزوم ہیں۔ تصوف کا دوسرا نام احسان اور تزکیہ نفس ہے۔ اسلامی معاشرہ اپنے وجود کو برقرار رکھنے میں تصوف کا محتاج ہے۔ اسلام کی ابتدائی تعلیم کی درسگاہ مجلس نبوی ﷺ تھی۔ نبوی درسگاہ میں تمام علوم اسلامیہ مثلاً علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ اور علم تصوف کی تعلیم دی جاتی تھی۔ کسی علم کیلئے الگ الگ شعبہ قائم نہیں تھاالبتہ اصحاب صفہ کے تزکیہ نفس اور اصلاح باطن کیلئے ایک چبوترہ ضرور تھا۔ جب اسلام عالمگیر حیثیت اختیار کر گیا تو ہر شعبہ کیلئے الگ الگ افراد مختص ہوتے چلے گئے۔ جس کا مرکز علم تفسیر ٹھہرا، وہ مفسر، جس نے علم حدیث کی خدمت کی وہ محدث، جس نے علم فقہ میں مہارت حاصل کی وہ فقیہ اور جس نے تزکیہ نفس اور اصلاح باطن کا شعبہ سنبھالا وہ صوفی کے القاب سے مشہور ہوا۔ علم تفسیر وحدیث اور فقہ کی طرح علم تصوف کی بنیادیں بھی اسلام کے ابتدائی دور میں موجود تھیں۔ دیگر علوم اسلامیہ کی طرح علم تصوف کا بھی مصدر اور ماخذ قرآن وسنت ہی ہے۔

۲۔ موضوع تحقیق کی ضرورت واہمیت

دین اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اسلام اپنے پیروکاروں کی ظاہری اور باطنی اصلاح کرتا ہے۔ قرآن وسنت میں باطنی اصلاح کو تزکیہ نفس اور احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ تصوف اور صوفی کی اصطلاح بعد میں متعارف کرائی گئی لیکن اس کا مطلب ہر گز نہیں کہ تصوف کی بنیاد اور اساس دور نبوی میں نہیں تھی۔ تصوف کے بارے میں یہ سمجھنا کہ یہ بدعت ہے اور خیر القرون میں اس کا وجود نہیں تھا یہ سراسر انصافی ہے۔ تصوف کے وجود پر اعتراض اسلامی تعلیمات کا انکار اور غیر مسلم مغربی مفکرین سے متاثر ہونا ہے۔ تصوف کو غیر اسلامی کہنا اسلام کی روح پر ضرب لگانے کے مترادف ہے۔ اسلامی معاشرے میں تصوف کی اہمیت وافادیت سے راہ فرار اختیار کرنا ممکن نہیں۔ مستشرقین نے ہمیشہ اسلامی عمارت کو منہدم کرنے کی کوشش کی اور اپنے سیاسی مقاصد اور مذہبی عناد وتعصب کی بناپر ہمیشہ اسلامی تہذیب کے ہر کمال کا انکار کر دیا۔ اسلام کے ادب ومعاشرہ کو دورہ جاہلیت کے عربوں کی نسلی میراث قرار دیا۔ فقہ اسلامی کو رومن لاء سے، فلسفہ اسلامی کو

فلسفہ یونانی اور تصوف اسلامی کو تصوف عیسائیت سے مستعار قرار دیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو یہ تاثر دیا کہ اسلام کی پوری عمارت کی بنیاد غیر مسلموں کی افکار پر رکھی گئی ہے۔ اس تناظر میں سب سے زیادہ نشانہ اسلامی تصوف کو بنایا گیا۔ کبھی تصوف کو عیسائیت سے اور کبھی ہندومت سے جوڑا گیا۔ مقام افسوس تو یہ ہے کہ مستشرقین اپنے مذموم مقاصد میں کسی حد تک کامیاب ہوئے اور شومئ قسمت کے بعض مسلم زعماء بھی اس پروپیگنڈا سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور انہوں نے بھی استشراقی آئینہ سے دیکھتے ہوئے اسلامی تصوف پر تیر برسائے اور اپنی آراء کی تائید میں مستشرقین کے حوالے دیے۔ چونکہ تصوف کے وجود کا انکار کیا جارہا ہے اور اسے قرآن وسنت سے متصادم قرار دیا جارہا ہے اس لیے اس موضوع تحقیق پر کام کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی تاکہ صحیح اسلامی نظریہ پیش کیا جائے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر زیر نظر موضوع تحقیق کا انتخاب کیا گیا۔

۳۔ سابقہ کام کا جائزہ

تصوف میں، شیخ علی بن عثمان الھجویری کی کشف المحجوب [1] شیخ شہاب الدین سہروردی کی عوارف المعارف [2] شیخ عبد القادر جیلانی کی فتح الربانی [3]، فتوح الغیب [4]، شیخ ابن عربی کی فتوحات مکیہ [5]، روح القدس [6] اور فصوص الحکم [7]، بابا فرید الدین مسعود گنج شکر کی راحت القلوب [8]، شیخ نظام الدین محبوب الٰہی کی فوائد الفواد [9]، شیخ احمد سرہندی کی مکتوبات امام ربانی [10]، مبداء ومعاد [11]، مکاشفات عینیہ [12]، معارف لدنیہ [13] اور اثبات النبوۃ [14]، امام غزالی کی کیمیائے سعادت [15] اور مکاشفۃ القلوب [16]، شاہ ولی اللہ دہلوی کی تصوف کی حقیقت اور فلسفہ تاریخ [17]، الطائف القدس [18]، انفاس العارفین [19]، مولانا عبد الرحمن جامی کی نفحات الانس [20]، ابو عبد الرحمٰن السلمی کی طبقات الصوفیہ [21]، ابو عمر الطوسی کی کتاب اللمع [22]، شاہ عبد الحق دہلوی کی زبدۃ الآثار [23]، اخبار الاخیار [24]، شیخ عبد القاہر سہروردی کی آداب المریدین [25]، شاہ محمد مسیح کی شریعت وتصوف [26]، ڈاکٹر مرزا صفدر علی بیگ کی تصوف کے مسائل اور مباحث [27]، پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی کی آئینہ تصوف [28] ڈاکٹر طاہر القادری کی حقیقت تصوف [29]، سلوک وتصوف کا عملی دستور [30] قدر آفاقی کی اسلامی اخلاق اور تصوف [31] قابل ذکر ہیں۔

ان کتب تصوف میں تصوف کی اہمیت وضرورت اور اصطلاحات تصوف پر کام ہو چکا ہے۔ البتہ تصوف پر وارد اعتراضات اور اشکالات پر کام کرنے کی ضرورت تھی۔ اس ضرورت واہمیت کے پیش نظر مقالہ ہذا کو چند اجزا میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے جز میں موضوع کا تعارف

، دوسرے جز میں موضوع کی اہمیت، تیسرا جز میں سابقہ کام کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ چوتھے جز میں تصوف کا اسلامی تصور پیش کیا گیا ہے۔ پانچویں جز میں اسلامی معاشرے میں تصوف کی ضرورت واحتیاجی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ چھٹے جز میں تصوف کے مقاصد کو بیان کیا گیا ہے۔ ساتواں جز تصوف پر وارد اشکالات کے جوابات پر مشتمل ہے۔ آٹھویں جز میں نتائج بحث کو بیان کیا گیا ہے۔

۴۔ تصوف کا اسلامی تصور

تصوف باطن کی اصلاح اور تزکیہ نفس سے عبارت ہے۔ تصوف کا ثبوت قرآن وسنت میں موجود ہے۔ جس کا انکار کم علمی یا مذہبی عناد کی بنیاد پر ہی ممکن ہے۔ قرآن کریم نے تزکیہ نفس کو فرائض نبوت میں بیان کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِه وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ-وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ"(32)

(بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا اور انھیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے منصب نبوت کے ذمہ داریوں میں قرآن کریم کی تلاوت کرنا، تزکیہ نفس کرنا، کتاب وحکمت کی تعلیم دینا ٹھہرایا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ نبی اور رسول کے ذمہ لوگوں کا تزکیہ نفس اور حکمت کی تعلیم دینا بھی ہے اور یہی تصوف کا مطلوب ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْؕ-اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ "(33)

(اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرمادے بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔)

اس آیت کریمہ میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالی کی بارگاہ میں ایک ایسے رسول کی تشریف آوری کی دعا کر رہے ہیں جو اللہ تعالی کی آیات پڑھ کر سنائے، کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور تزکیہ نفس کرے، اور صوفیاء بھی تزکیہ نفس یعنی باطن کی اصلاح کرتے ہیں۔

قاضی ثناءاللہ پانی پتی اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"تکرار الفعل يدل على أن هذا التعليم من جنس اخر ولعل المراد به العلم اللدنى"(34)

(فعل "يعلمكم "کا تکرار اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ تعلیم کی دوسری قسم ہے اور شاید اس قسم س مراد علم لدنی ہے۔)

علم باطن اور علم ظاہر کا یہی تصور رسول اکرم ﷺ کے فرامین میں بھی ملتا ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

"حفظت من رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وعائين فأما احدهما فبثثته وأما الاخر فلو بثثته قطع هذا البلعوم"(35)

(میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے دو علوم سیکھے ہیں۔ پہلا علم میں نے تمہارے سامنے بیان کر دیا اور اگر دوسرا بیان کروں تو گردن اڑادی جائے۔)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی اس حدیث کی شرح میں رقمطراز ہیں:

"پہلا علم احکام واخلاق کا ہے اور دوسرا علم اسرار وغوامض کا ہے جو اغیار کیلئے ناقابل ادراک ہے اور وہ صرف اہل عرفان کیلئے مختص ہے۔"(36)

اس سے معلوم ہوا کہ علم دو طرح کا ہے ایک احکام واخلاق کا علم ہے جسے شریعت اور فقہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور دوسرا اسرار وغوامض کا علم ہے جسے تصوف اور احسان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ صوفیائے کرام جس باطن کے اصلاح کی ترغیب دیتے ہیں اور اسے تصوف اور احسان سے تعبیر کرتے ہیں اس کی دلیل یہ حدیث شریف بھی ہے:

"قال ماالإحسان ؟قال:أن تعبد الله كأنک تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراک"(37)

(سائل نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ احسان کیا ہے ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تو اس طرح خدا کی عبادت کرے کہ گویا خدا کو دیکھ رہا ہے۔ پس اگر تو

خدا کو نہیں دیکھ رہا تو خدا تجھے دیکھ رہا ہے۔)

اس حدیث شریف میں پہلے ایمان اور اسلام کا ذکر ہے اور پھر احسان کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوا کہ اسلام اور ایمان سے ماوراء بھی ایک مقام ہے جسے محدثین احسان سے تعبیر کرتے ہیں اور صوفیاء سلوک، تصوف اور طریقت سے تعبیر کرتے ہیں۔ لہٰذا تصوف قرآن وسنت سے ماخوذ ہے۔

بعض حضرات جو شریعت اور طریقت کو الگ الگ خیال کرتے ہیں ان جاہل اور نام نہاد صوفیاء کی وجہ سے اسلامی تصوف کو ہدف تنقید نہیں بنایا جاسکتا ہے۔ علمائے کرام اور صوفیائے نے اس تصور کا سختی سے رد کیا ہے چنانچہ حضرت مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں:

"شریعت، طریقت، حقیقت معرفت میں باہم اصلا کوئی اختلاف نہیں اس کا مدعی اگر بے سمجھے کہے تو نرا جاہل ہے اور سمجھ کر کہے تو گمراہ، بد دین۔ شریعت، حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال ہیں، اور طریقت، حضور کے افعال، اور حقیقت، حضور کے احوال، اور معرفت، حضور کے علوم بے مثال۔"(38)

۵۔ اسلامی معاشرہ میں تصوف کی ضرورت واحتیاج

اسلامی معاشرہ میں تصوف کو کلیدی مقام حاصل ہے۔ بلاشبہ معاشرہ کا ہر فرد تصوف کا محتاج ہے۔ تصوف کا مقصد تزکیہ نفس ہے اور تزکیہ نفس، پاکیزہ سوچ اور باکردار افراد کے بغیر معاشرہ کا وجود اور بقاء مشکوک ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ نفس امارہ انسان کو برائی پر ابھارتا ہے اور اس برائی سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ انسان کے خیالات وافکار پاکیزہ ہوں۔ نفس اور خیالات کو پاکیزہ بنانا کیسے ممکن ہے تو اس حوالے سے قرآن کریم ہماری رہنمائی فرماتا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰها "(39)

(تحقیق جس نے تزکیہ نفس کرلیا وہ فلاح پاگیا۔)

اس آیت کریمہ سے یہ بھی مترشح ہوتی ہے کہ کامیابی اور فلاح کا دارومدار تزکیہ نفس پر ہے۔ تزکیہ نفس کے بغیر کامیابی ممکن نہیں۔ یہی وہ تزکیہ نفس ہے جس پر صوفیا کرام زور دیتے ہیں اور جو تصوف کا مغز ہے۔ لہٰذا تصوف سے مفر معاشرہ کے وجود کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔

تزکیہ نفس کی بدولت ہی روحانی ترقی اور امور خیر کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔اس کی بدولت انسان کی شخصیت اور سیرت پر مثبت اور خوشگوار اثر پڑتا ہے۔جس سے انسان نفس امارہ سے ترقی کر کے نفس مطمئنہ سے ہوتے ہوئے نفس راضیہ اور مرضیہ پر فائز ہو جاتا ہے۔جب ایک انسان کی انفرادی زندگی میں تصوف کا اس قدر عمل دخل ہے اور معاشرتی طور پر تصوف کی اہمیت کس قدر بڑھ جاتی ہے۔لہٰذا اگر یہ کہا جائے کہ اسلامی معاشرہ اپنے وجود اور ترقی میں اسلامی تصوف کا محتاج اور متقاضی ہے تو یہ مبالغہ نہیں ہو گا۔

۶۔ تصوف کے مقاصد

تصوف کے بنیادی مقاصد چھ ہیں:

۱۔ تزکیہ نفس ۲۔ تصفیہ نفس یا صفائے قلب ۳۔ اطاعت الٰہی

۴۔ محبت الٰہی ۵۔ رضائے خداوندی ۶۔ معرفت ربانی

۶.۱۔ تزکیہ نفس

تصوف کا پہلا مقصد نفس کا تزکیہ کرنا ہے۔تزکیہ نفس کی بدولت ہی نفسانی خواہشات کے سامنے پل باندھا جاسکتا ہے۔قرآن کریم میں اللہ تعالی نے تزکیہ نفس کا حکم دیا ہے۔سورۃ الاعلی میں ارشاد باری تعالی ہے:

" قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰىۙO وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّه فَصَلّٰى "(40)

(بے شک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا۔ اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی۔)

ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ فلاح اور کامیابی کا مدار تزکیہ نفس پر ہے اور تصوف کا مقصد اولین تزکیہ نفس ہی ہے۔تزکیہ نفس سے ہی اعمال واحوال کی اصلاح ممکن ہے۔تزکیہ نفس کی بدولت ہی نفس امارہ سے نفس مطمئنہ تک کا سفر طے ہوتا ہے۔تزکیہ نفس کا مقصد نفس کو ریاکاری، منافقت، کبر و نخوت، حسد و کینہ، بغض و عناد، اور غرور تکبر سے پاک کرنا ہے۔

۶.۲۔ تصفیہ نفس یا صفائے باطن

تصوف کا دوسرا مقصد تصفیہ نفس ہے۔تصفیہ نفس سے مراد صفائے قلب ہے۔جب انسان گناہوں کی آلودگی سے بچ جاتا ہے تو اس کے قلب و باطن پر طہارت کے اثرات ظاہر ہوتے

ہیں۔ انسان کی طبیعت سے لالچ، حرص اور دیگر رذائل اخلاق کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور انسان کی شخصیت میں جمالیاتی پہلو نمایاں نظر آتا ہے۔

صفائے قلب کا حکم اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"إن العبد إذا أخطا خطيئة نكتت فى قلبه سوداء فإذا هو نزع واستغفروا وتاب صقل قلبه وإن عاد زيد فيها حتى تعلو قلبه وهو الران الذى ذكر الله كلا بل ران على قلوبهم ماكانوا يكسبون"(41)

(بے شک بندہ غلطی کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے، پس اگر وہ اس سے باز آ جائے اور توبہ واستغفار کر لے تو اس کے دل کو صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ اس غلطی کا دوبارہ ارتکاب کرے تو اس سیاہی میں اضافہ کر دیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ سیاہی اس کے پورے دل پر چھا جاتی ہے اور یہی وہ "الران" ہے جس کو قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے ذکر فرمایا۔ خبر دار بلکہ یہ ان کے اعمال ہیں جو ان کے دلوں پر غالب آ گئے۔)

حدیث شریف میں تصوف کا دوسرا مقصد بیان کیا گیا ہے جو کہ دل کو اس کی حقیقی اور اصلی کیفیت میں لے کر آنا ہے۔ اس لیے کہ اگر دل زنگ آلود ہو تو فاجر اور اگر پاک ہو تو انسان متقی ہو جاتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إن فى الجسد مضغة إذا صلحت صلح الجسد كله وإذا فسدت فسد الجسد كله ألا وهى القلب"(42)

(بے شک جسم میں ایک لوتھڑا ہے اگر وہ صحیح ہو جائے تو سارا جسم صحیح ہو جاتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا وجود خراب ہو جاتا ہے۔ خبر دار! وہ دل ہے۔)

گویا انسان کے فکر و عمل کا مرکز و محور دل ہے۔ اگر دل بری صفات سے آلودہ ہو گیا تو اس کا اثر پوری شخصیت پر پڑے گا اور اگر دل صاف ہو گیا اور اچھی صفات سے مزین ہو گیا تو اس سے پوری شخصیت منور ہو جائے گی۔ تصوف کا دوسرا مقصد ہی یہی ہے کہ دل کو صاف کیا جائے۔

۶.۳۔ اطاعت حق

تصوف کے مقاصد میں سے تیسرا مقصد اطاعت حق ہے۔ اطاعت حق کی بدولت ہی قرب خداوندی نصیب ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے اطاعت و بندگی کے حوالے سے متعدد مقامات پر رہنمائی فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ"(43)

(اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی اطاعت دراصل اللہ تعالی کی اطاعت ہے۔ اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول ایمان کا بنیادی مطلوب ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ تعالی اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے تو تصوف کا تیسرا مقصد سے تکمیل کو پہنچ جاتا ہے۔

۶.۴۔ محبت الٰہی

تصوف کا چوتھا مقصد محبت الٰہی ہے۔ محبت الٰہی ہی تصوف کی روح ہے۔ محبت الٰہی کا تصور قرآن کریم کی اس آیت میں موجود ہے:

" وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔"(44)

(اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں۔)

اس آیت کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ اہل ایمان اللہ تعالی سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں، محبت الٰہی ان کی رگوں میں سرایت کر چکی ہے۔ محبت الٰہی کا تقاضا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ دل و جان سے محبت کی جائے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"لا يؤمن أحدكم حتى اكون أحب اليه من والده و ولده و الناس اجمعين"(45)

(تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اپنے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔)

گویا ایمان کامل کا ثبوت اس وقت ہو گا جب بندہ اللہ تعالی اور اس کے رسول کی محبت میں مستغفرق ہو جائے۔ کائنات کی کوئی چیز بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کے درمیان حائل نہ ہو سکے۔

٦.٥۔ رضائے الٰہی

تصوف کا پانچ مقصود رضائے الٰہی ہے۔ یعنی جب بندہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنے آپ کو فنا کر دیتا ہے تو اس کا ثمرہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ محبت الٰہی کا کمال رضائے خداوندی پر راضی ہونا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللهِ وَ رِضْوَانًا“[46]

(تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے اللہ کا فضل و رضا چاہتے۔)

بندگان خدا کی کوشش ہوتی ہے کہ عبادات کے ذریعے رضائے الٰہی حاصل کی جائے جو کہ سب سے بڑی نعمت ہے۔ تصوف کی تعلیم یہ ہے کہ تمام تر کوششیں اور توجہات اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے صرف کی جائیں۔ یہی مقام رضا ہے کہ بندہ رضائے الٰہی پر راضی ہو جائے۔

٦.٦۔ معرفت الٰہی

تصوف کا چھٹا مقصد معرفت الٰہی ہے۔ جب بندہ رضائے الٰہی کا مرحلہ طے کر لیتا ہے تو اس پر حجابات اٹھتے چلے جاتے ہیں اور ذات الٰہی کی معرفت نصیب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کا جلوہ نظر آتا ہے۔ بندہ تجلیات الٰہی میں مستغرق ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ غزوہ تبوک کے موقع پر جب رسول اکرم ﷺ نے مال پیش کرنے کا اعلان فرمایا تو حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا سارا سامان لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ جب رسول اکرم ﷺ نے پوچھا کہ اپنے گھر والوں کیلئے باقی کیا چھوڑا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "ابقیت لھم اللہ ورسولہ "[47] میں ان کیلئے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں۔

تصوف کے یہ چھ مقاصد (تزکیہ نفس، تصفیہ قلب، اطاعت حق، محبت الٰہی، رضائے الٰہی اور معرفت الٰہی) ہیں جسے بندہ بالترتیب طے کرتا ہے۔ جب کوئی انسان تصوف کے ان مقاصد کو مرحلہ وار طے کر لیتا ہے تو اسے معرفت الٰہی نصیب ہوتی ہے جو تصوف کا مقصود ہے۔

٧۔ تصوف پر وارد اعتراضات اور ان کے جوابات

اعتراض: 1

تصوف پر ایک اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ یہ بدعت ہے اور قرآن وسنت سے ماخوذ نہیں۔

جواب:

تصوف قرآن وسنت سے ماخوذ ہے، یہ کہنا کہ تصور بدعت ہے اور اس کا کوئی ثبوت قرآن وسنت میں موجود نہیں ناقابل فہم ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

''تصوف کے اصول صحیحہ قرآن وحدیث میں سب موجود ہیں اور یہ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ تصوف قرآن وحدیث میں نہیں ہے بالکل غلط ہے یعنی غالی صوفیوں کا بھی یہی خیال ہے اور خشک علماء کا بھی کہ تصوف سے قرآن وحدیث خالی ہیں، مگر دونوں غلط سمجھے۔ خشک علماء تو یہ کہتے ہیں کہ تصوف کوئی چیز نہیں یہ سب واہیات ہے۔ میاں بس نماز روزہ قرآن وحدیث سے ثابت اسی کو کرنا چاہیے یہ تصوف صوفیوں نے کہاں کا جھگڑا نکالا ہے تو گویا ان کے نزدیک قرآن وحدیث تصوف سے خالی ہیں اور غالی صوفی یوں کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں تو ظاہری احکام ہیں تصوف علم باطن ہے ان کے نزدیک نعوذ باللہ قرآن وحدیث ہی کی ضرورت نہیں۔ غرض دونوں فرقے قرآن وحدیث کو تصوف سے خالی سمجھتے ہیں، پھر اپنے اپنے خیال کے مطابق ایک نے تو تصوف کو چھوڑ دیا اور ایک نے قرآن وحدیث کو۔''(48)

پروفیسر یوسف سلیم چشتی لکھتے ہیں:

''اسلامی تصوف، قرآن وحدیث (سنت نبوی) سے ماخوذ ہے اور اسکے اجزائے ترکیبی یہ ہیں (۱) توحید خالص (۲) تبلیغ دین (۳) اتباع شریعت (۴) خدمت خلق (۵) جہاد۔''(49)

مستشرق محقق نیکلسون (Nicholson) اپنی کتاب میں اسلامی تصوف کے بارے میں لکھتے ہیں:

"A part from the fact that Sufism like every other religions movement in Islam, has its roots in the Quran and Sunnah and cannot be understand unless we study it from th source upwards"(50)

(درحقیقت تصوف اسلام کے دیگر دینی تحریکات کی طرح اس کی جڑیں اور مآخذ قرآن وسنت سے جڑی ہیں اور اس کی حقیقت کو سمجھنے سے ہم اس وقت تک قاصر رہیں گے جب تک ہم اس کے بنیادی مصادر تک رسائی نہ کریں۔)

اعتراض:2

اگر تصوف کی بنیاد قرآن وسنت ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کوئی صوفی صحابی کیوں نہیں ملتا؟ بار دیگر صوفی کی اصطلاح زمانہ نبوت میں کیوں نہیں ملتی، بعد میں کیوں معرض وجود میں آئی۔

جواب:

یہ اعتراض درست نہیں، اس لیے کہ بہت ساری اصطلاحات ایسی ہیں جو زمانہ نبوت میں نہیں تھیں بعض میں معرض وجود میں آئیں جیسے مفسر، محدث، صرفی اور نحوی۔ یہ اصطلاحات زمانہ نبوت میں نہ تھیں بلکہ بعد میں وضع ہوئیں۔

علامہ سراج طوسی لکھتے ہیں:

"فنقول وبالله التوفيق الصحبة مع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لها حرمة وتخصيص من شمله ذلک فلا يجوز أن يعلق عليه اسم على أنه أشرف من الصحبة وذلک لشرف رسو ل الله صلى الله عليه واله وسلم وحرمة ألا ترى انهم أيمة الزهاد والعباد والمتوكلين والفقراء والراضين والصابرين والمخبتين وغير ذلک ومانالوا جميع ما نالوا إلا ببركة الصحبة مع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فلما نسبوا إلى الصحبة التى هى اجل الاحوال استحال ان يفضلوا بفضيلة غيره الصحبة التى هى اجل الاحوال"([51])

(حضور ﷺ کا صحابی ہوناشان اور مرتبے والا مقام ہے اوراس شرف پر چند حضرات ہی فائز ہوئے ہیں۔ یہ لفظ مخصوص حضرات کیلئے استعمال ہوا اور یہ اتنی عظمت والا لفظ تھا کہ اس کے ہوتے ہوئے ان لوگوں کیلئے کسی اور لفظ کے استعمال کو مناسب نہ سمجھا گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زہاد، متوکلین، فقرا، صالحین کے آئمہ تھے اورانہوں نے حضور ﷺ کی صحبت کی وجہ سے ہی یہ مقام حاصل کیا تو جب صحبت کی وجہ سے انہیں صحابی کا لفظ مل گیا، جو کہ عظیم ترین لقب ہے، تو ان کیلئے اس سے کم تر کسی لقب کا استعمال کیسے ہو سکتا ہے۔)

اس عبارت سے وہ اعتراض رفع ہو گیا کہ رسول اکرم ﷺ کے مبارک زمانہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ صوفی لقب کے ساتھ متصف کیوں نہیں تھے؟ اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ

عنہ کے لیے لفظ صحابی بہت عظیم لقب تھا جو ریاضت اور زہد سے حاصل نہیں ہو سکتا اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرن اول میں صوفی اور صوفیاء کے القاب کے ساتھ متصف نہیں کیا گیا تھا۔

اعتراض:3

صوفیاء کا کوئی مذہب نہیں ہوتا جیسا کہ مشہور مقولہ ہے "الصوفی لا مذھب لہ "صوفی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ جس سے معلوم ہوا کہ صوفیاء تمام مذاہب کو برحق سمجھتے ہیں اور ان کا کوئی مستقل مذہب نہیں ہوتا۔

جواب:

اس مقولہ سے یہ مفہوم لینا کہ صوفی کا کوئی مستقل مذہب نہیں اور صوفی تمام مذاہب کو برحق سمجھتاہے درست نہیں بلکہ صوفی جانب احتیاط کو اختیار کرتا ہے چنانچہ شاہ محمد مسیح لکھتے ہیں:

> "اس کا یہ مطلب نہیں کہ صوفی کا کوئی مذہب نہیں (وہ کسی مذہب کا پابند نہیں) بلکہ مطلب یہ ہے کہ صوفی محتاط ہوتا ہے اور ہر مسئلہ میں حتی الامکان احتیاط کی جانب کو اختیار کرتا ہے، ورع و تقوی اسی کا نام ہے۔ اس پر فقہاء کا قول دلیل ہے کہ "رعاية الخلاف والخروج منه أولى ما لم يرتكب مكروه مذهبه "یعنی اختلاف سے نکلنا مستحب ہے، جب تک اپنے مذہب کے کسی مکروہ کاارتکاب نہ ہو۔"(52)

اعتراض:4

بعض مستشرقین کا خیال ہے کہ تصوف فارسی، ہندی اور نصرانی رسوم ورواج سے ماخوذ ہے اور اس فکر میں بعض مسلم محققین بھی ان کے ہم خیال ہیں؟

جواب:

تصوف، قرآن وسنت اور طریقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ماخوذ ہے اور اسے فارسی، ہندی اور نصرانی رسم ورواج سے ماخوذ قرار دینا درست نہیں۔ البتہ تصوف میں جو غیر اسلامی رسم ورواج شامل ہو چکے ہیں وہ قابل مذمت ہیں۔

پروفیسر سلیم چشتی لکھتے ہیں:

> "بدقسمتی سے تصوف کے مخالفین نے (جن میں مسلم اور غیر مسلم دونوں برابر کے شریک ہیں) اسلامی تصوف پر اعتراض کرتے وقت غیر اسلامی تصوف کو مدنظر رکھا اور

اس طرح حق وصداقت ہی کا خون نہیں کیا بلکہ لاکھوں مسلمانوں کو تصوف کی برکات سے محروم رکھا۔ ان نادان دوستوں نے قبائح تو مد نظر رکھے غیر اسلامی تصوف کے اور ہدف بنایا اسلامی تصوف کو۔ تصوف سے بد ظن کرنے کیلئے ان حق ناشناسوں نے تصوف کی اسلامی اور غیر اسلامی قسم کو یکسر نظر انداز کر دیا۔"(53)

مشہور مستشرق R.A Nichoeson لکھتے ہیں: "علم الکلام، فقہ اور تصوف کی اوّل بنیاد اور اساس قرآن کریم اور سنت ہی ہے۔(54)

جو مستشرقین اسلامی تصوف کو ہندی فکر سے ماخوذ سمجھتے ہیں ان کا رد کرتے ہوئے مشہور مستشرقہ A.Schimmel یوں رقمطراز ہیں: "Max Horten نے تصوف کو ہندی مصدر قرار دینے کیلئے جو دلائل دیئے ہیں وہ تسلی بخش نہیں ہیں اور اس جیسے دعوی کرنے کے لیے یہ دلائل ناکافی ہیں۔(55)

مستشرقین کی ایک جماعت اسلامی تصوف کو نصرانی افکار سے مستفاد قرار دیتی ہے حالانکہ کہ درست نہیں اس لیے کہ اگرچہ اہل عرب کے اسلام سے پہلے اور بعد میں نصاری میں کے ساتھ روابط تھے مگر اس سے یہ لازم تو نہیں آتا ہے کہ مسلمانوں روحانی معاملات میں ان سے ہدایات لیں، بلکہ تو بات تو خلاف عقل ہے اس لیے کہ مسلمانوں کے پاس خود روحانیت کا ایک وافر ذخیرہ موجود ہے۔ یعنی قرآن کریم ہدایت اور نور کا سرچشمہ ہے۔ قرآن کریم میں غور وفکر کرنے سے حکمت واسرار اور روحانیات کے باب واہو جاتے ہیں اور زہد وتقوی اور مجاہدہ کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کے کثیر فرامین موجود ہیں بلکہ رسول اکرم ﷺ کا حیات طیبہ زہد وتقوی سے عبارت ہے تو پھر مسلمانوں کا اسلامی تصوف کیلئے نصرانی افکار سے استفادہ کرنا سمجھ سے بالاتر ہے۔

۸۔ نتائج بحث

1. اسلامی تصوف قرآن وسنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرز حیات سے ماخوذ ہے۔ البتہ تصوف اور صوفی کی اصطلاحات زمانہ نبوی میں موجود نہ تھیں، بعد میں وضع کی گئیں۔
2. تصوف قرآن وسنت سے ماخوذ ہے، یہ کہنا کہ تصور بدعت ہے اور اس کا کوئی ثبوت قرآن وسنت میں موجود نہیں نا قابل فہم ہے۔
3. اسلامی تصوف دین کی روح ہے اور اس کا مقصد تزکیہ نفس اور صفائے باطن ہے۔ تصوف کا دوسرا نام احسان ہے۔

4. اسلامی معاشرہ میں تصوف کو کلیدی مقام حاصل ہے۔ تزکیہ نفس، پاکیزہ سوچ اور باکردار افراد کے بغیر معاشرہ کا وجود اور بقا مشکوک ہے۔
5. تصوف کے بنیادی مقاصد چھ ہیں:

۱۔ تزکیہ نفس ۲۔ تصفیہ نفس یا صفائے قلب ۳۔ اطاعت الٰہی

۴۔ محبت الٰہی ۵۔ رضائے خداوندی ۶۔ معرفت ربانی

6. تصوف کو فارسی، ہندی اور نصرانی رسم ورواج سے ماخوذ قرار دینا درست نہیں۔ البتہ تصوف میں جو غیر اسلامی رسم ورواج شامل ہو چکے ہیں وہ قابل مذمت ہیں۔
7. اکثر معترضین غیر اسلامی تصوف کو بنیاد بنا کر اسلامی تصوف پر اعتراض کرتے ہیں، جو کہ ناقابل فہم اور سمجھ سے بالاتر ہیں۔

حوالہ جات و حواشی

1، ہجویری، علی بن عثمان، کشف المحجوب، مکتبہ شمس و قمر، لاہور، فروری ۲۰۱۲ء

2، سہروردی، ابو حفص عمر، عوارف المعارف، دار المعارف، قاہرہ، ۲۰۰۷

3، جیلانی، سید عبد القادر، فتح الربانی، مکتبہ الثقافۃ الدینیۃ، بیروت، ۲۰۱۴ء

4، جیلانی، سید عبد القادر، فتوح الغیب، دار الھادی، بیروت، ۲۰۱۳ء

5، ابن عربی، محمد بن علی بن محمد، الفتوحات المکیہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۱۰ء

6، ابن عربی، محمد بن علی بن محمد، روح القدس، مطبعہ نضر، ۱۴۱۴ھ

7، ابن عربی، محمد بن علی بن محمد، فصوص الحکم، دار آفاق للنشر والتوزیع، ۲۰۱۶ء

8، گنج شکر، فرید الدین، راحت القلوب، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۴۰۶ھ

9، خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی، فوائد الفواد، منظور بک ڈپو، دہلی، ۱۹۹۲ء

10، سرہندی، شیخ احمد، مکتوبات امام ربانی، شبیر برادرز، ۲۰۰۷ء

11، سرہندی، شیخ احمد، مبدا ٔومعاد، مکتبہ محمدیہ سیفیہ لاہور، ۲۰۰۹

12، سرہندی، شیخ احمد، مکاشفات عینیہ، ایجوکیشنل پریس کلب، کراچی، ۱۹۶۵ء

13، سرہندی، شیخ احمد، معارف لدنیہ، ادارہ مجددیہ، ۱۹۶۸ء

14، سرہندی، شیخ احمد، اثبات النبوۃ، استنبول، ترکی، ۱۴۰۰ھ

15، غزالی، ابو حامد، محمد بن محمد، کیمیائے سعادت، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور، ۱۹۸۰

16، غزالی، ابو حامد، محمد بن محمد، مکاشفۃ القلوب، دار المعرفۃ، بیروت، س ن +

17، دہلوی، شاہ ولی اللہ، تصوف کی حقیقت اور فلسفہ تاریخ، مکتبہ دیوبند یوپی، ۱۹۶۹ء

18، دہلوی، شاہ ولی اللہ، الطاف القدس، تصوف فاؤنڈیشن، ۱۹۹۸

19، دہلوی، شاہ ولی اللہ، انفارس العارفین، فرید بک سٹال، لاہور، ۲۰۰۷

20، عبد الرحمن جامی، نفحات الانس، شبیر برادرز، لاہور، ۲۰۰۲ء

21، سلمی، ابو عبد الرحمن، الطبقات الصوفیۃ، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۹ھ

22، الطوسی، ابو نصر السراج، اللمع، مکتبہ المثنی، بغداد، ۱۳۸۰ھ

23، دہلوی، شیخ عبد الحق، زبدۃ الآثار، مکتبہ نبویہ، لاہور، س ن

24، دہلوی، شیخ عبد الحق، اخبار الاخیار، اکبر بک سیلرز، ۲۰۰۴ء

25، سہروردی، عبد القاہر، آداب المریدین، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۱۳ء

26۔ شاہ محمد مسیح، شریعت و تصوف، ادارہ تالیفات اسلامیہ اشرفیہ، ملتان، س ن

27۔ ڈاکٹر مرزا صفدر علی بیگ، تصوف کے مسائل اور مباحث، الیاس ٹریڈرس ناشران کتب، حیدر آباد، ۱۹۸۳

28۔ پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی، آئینہ تصوف، تصوف فاؤنڈیشن، ۱۴۱۹ھ

29۔ قادری، ڈاکٹر محمد طاہر، حقیقت تصوف، منہاج القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۰ء

30۔ قادری، ڈاکٹر محمد طاہر، سلوک و تصوف کا عملی دستور، منہاج القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۹ء

31۔ قدر آفاقی، اسلامی اخلاق اور تصوف، شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، اردو بازار، لاہور

32۔ سورۃ آل عمران: ۱۶۴

33۔ سورۃ البقرہ: ۱۲۹

34۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، داراحیاء التراث العربی، ۱۴۲۵ھ، ج: ۱، ص: ۱۴۹

35۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح،، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج: ۱، ص: ۲۳

36۔ دہلوی، شیخ عبد الحق، لمعات التنقیح فی شرح مشکوۃ المصابیح، دار النوادر، ج: ۱، ص: ۲۹

37۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ج: ۱، ص: ۱۲

38۔ بریلوی، احمد رضا، فتاوی رضویہ،، رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ج: ۲۱، ص: ۴۶۰

39۔ سورۃ الشمس: ۹۱: ۹

40۔ سورۃ الاعلی، ۸۷: ۱۵، ۱۴

41۔ ترمذی، محمد بن عیسی، السنن،، دار الغرب الاسلامی، بیروت، ۱۹۹۶، ج: ۲، ص: ۱۷۱

42۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ج: ۱، ص: ۱۳

43۔ سورۃ النساء، 59:4

44۔ سورۃ البقرہ، 165:2

45۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ج: ۱، ص: ۷

46۔ سورۃ الفتح 29:48

47۔ سجستانی، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب الزکوۃ، باب فی الرخصۃ فی ذلک، حدیث: ۱۶۷۸

48۔ تھانوی، محمد اشرف علی، مولانا، مواعظ اشرفیہ، طریق القلندر،، مکتبہ تھانوی، کراچی س ن، ص: ۳۱۵، ۳۱۴

49۔ چشتی، پروفیسر یوسف سلیم، دین تصوف، جمع و تدوین: محمد فہد حارث، حارث پبلی کیشنز، ۲۰۱۹ء، ص:۴۲۷

50. Nicolson. The idea of personality in Sufism. Lahore 1964.p:4

51۔ الطوسی، ابونصر السراج، اللمع، مکتبہ المثنی، بغداد، ۱۳۸۰ھ، ص:۲۲

52۔ شاہ محمد مسیح، شریعت و تصوف، ادارہ تالیفات اسلامیہ اشرفیہ، ملتان، س ن، ص؛۲۷۶

53۔ چشتی، پروفیسر یوسف سلیم، تاریخ تصوف، ریڈنگ پرنٹنگ پریس اردو بازار لاہور، ۱۹۷۶ء، ص:۱۰۰

54. R.A.Niehasson, The Idea of personality in Sufism, Lahore. 1964, P:8-9

55. Mystical Dimension of Islam, P: 33